تحریفِ قرآن کی حقیقت

(آخری قسط)

آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی

دوسرا شبہ :

تحریف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ امیر المؤمنین (ع) کے پاس موجودہ قرآن کے علاوہ ایک اور قرآن تھا جسے آپ (ع) نے لوگوں کے سامنے پیش کیا مگر انہوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ قرآن کچھ ایسے حصوں پر مشتمل تھا جو موجودہ قرآن میں نہیں ہیں. اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ قرآن امیر المومنین (ع) کے پاس موجود قرآن سے کم ہے اور یہی وہ تحریف ہے جس کی نفی واثبات میں اختلاف ہے اور اس موضوع کی روایات بہت سی ہیں۔

۱. ان میں سے ایک روایت میں ہے کہ امیر المؤمنین (ع) نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے سامنے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا :

"یا طلحة ان کل آیة انزلها الله تعالی علی محمد صلی الله علیه وآله عندی با ملاء رسول الله (ص) وخط یدی ، تاویل کل آیة انزلها الله تعالی علی محمد (ص) وکل حلال، اوحرام ، اوحدّ ، اوحکم ، اوشیء تحتاج الیه الامة الی یوم القیامة ، فهوعندی مکتوب باملاء رسول الله (ص) وخط یدی ، حتی ارش الحدش .."(۳)

"اے طلحہ ! قرآن کی ہر آیت جو خدا نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمائی، میرے پاس موجود ہے، جس کی املاء رسول اللہ (ص) نے لکھوائی اور میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی. ہر اس آیت کی تاویل جو خدا نے محمد (ص) پر نازل فرمائی ہر حلال، حرام، حد، حکم اور ہر وہ چیز جس کی امت محمدی (ص) کو قیامت تک ضرورت ہے میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود

ہے۔ حتیٰ کہ اس میں ایک خراش کی حد (سزا) تک کا ذکر موجود ہے۔"

۲. امیر المؤمنین (ع) کا ایک زندیق سے استدلال کے بارے میں ہے :

"أتی بالکتاب کملاً مشتملاً علی التأویل و التنزیل ، والمحکم والمتشابه ، والناسخ والمنسوخ ، لم یسقط منه حرف ألف و لا لام فلم یقبلوا ذلك "(۴).

"آپ (ع) نے ایک ایسی مکمل کتاب پیش کی جو تاویل کی تنزیل، محکم ومتشابہ اور ناسخ ومنسوخ پر مشتمل تھی اور اس میں سے ایک الف اور لام تک ضائع نہیں ہوا تھا. مگر ان لوگوں نے اسے قبول نہیں کیا."

۳. کافی میں جابر کی سند سے امام محمد باقر (ع) سے مروی ہے. آپ (ع) نے فرمایا :

" ما یستطیع احد ان یدعی ان عنده جمیع القران کله، ظاهره و باطنه غیر الاوصیا ء."(۵)

"سوائے اوصیاء کرام کے کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ قرآن کا ظاہر وباطن غرض سارا قرآن اس کے پاس موجود ہے."

۴. جابر امام محمد باقر (ع) سے روایت کرتے ہیں :

" سمعت أبا جعفر . ع . یقول ما ادعی احد من الناس انه جمع القرآن کله کما انزل إلا کذاب ، وما جمعه وحفظه کما نزّله الله تعالی الا علی بن أبی طالب والآئمّة من بعده علیهم السلام ".(۶)

"لوگوں میں سے جو بھی قرآن کو اس طرح جمع کرنے کا دعویٰ کرے جس طرح وہ نازل ہوا تھا وہ کذاب ہوگا. سوائے امیر المؤمنین (ع) اور باقی ائمہ طاہرین (علیہم السلام) کے کسی نے بھی قرآن کو اس طرح جمع اور محفوظ نہیں کیا جس طرح وہ نازل ہوا تھا۔"

جواب :

اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر المؤمنینؑ کے پاس ایک ایسا قرآن موجود تھا جو سوروں کی ترتیب کے اعتبار سے موجودہ قرآن سے مختلف تھا جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور یہ محتاج دلیل نہیں۔ اگرچہ یہ بھی اپنے مقام پر درست ہے کہ امیر المؤمنینؑ کا قرآن کچھ ایسی زائد چیزوں پر مشتمل تھا جو موجودہ قرآن میں نہیں ہیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ زائد چیزیں قرآن کا حصہ تھیں جو تحریف کی وجہ سے حذف کر دی گئی ہیں بلکہ صحیح اور حق یہ ہے کہ ان زائد چیزوں میں کلام کی تفسیر اور اس کی تاویل بیان کی گئی ہے یا مقصود الٰہی کی تشریح بیان کی گئی ہے۔

دراصل اس شبہ یا دلیل کی بنیاد یہ ہے کہ تنزیل سے مراد وہ کلام ہو جو بطور قرآن نازل کیا گیا ہو اور تاویل سے کسی لفظ سے ایسی مراد کا قصد کیا جائے جو ظاہری معنی کے خلاف ہو۔ لیکن یہ دونوں معنی متاخرین کی اصطلاح ہیں۔

لغت میں ان دونوں معنی کا کوئی نام ونشان نہیں ہے تاکہ روایات میں تأویل وتنزیل سے یہ معانی مراد لئے جائیں۔ تاویل جو "اوّل" کا مزید فیہ ہے اس کا معنی رجوع اور برگشت ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "اوّل الحکم الی اھلہ ای ردّہ الیھم" (یعنی) "حکم کو اپنے اہل کی طرف پلٹاؤ"۔

کبھی تاویل سے انجام کار مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیہ کریمہ میں یہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے:

وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۱۲ : ۶

"اور (تمہارا پروردگار) تمہیں خوابوں کی تعبیر سکھائے گا"۔

نَبِّئْنَا بِتَاوِيلِهِ: ۳۶

"ہمیں اس کی تعبیر بتاؤ"۔

هٰذَا تَاوِيلُ رُؤيَایَ : ۱۰۰

"یہ تعبیر ہے میرے اس خواب کی۔"

ذٰلِكَ تَأْوِيلُ مَالَمْ تَسطِع عَلَيهِ صَبْراً ۱۸ : ۸۲

"یہ حقیقت ہے ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔"

ان کے علاوہ بھی دوسرے مقامات پر لفظ تاویل انجام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ بنابر ایں تاویل قرآن سے مراد کلام کی برگشت اور اسکا انجام ہے۔ چاہے یہ ظاہری معنی ہو جسے ہر اہل لغت سمجھ سکتا ہے یا ایک مخفی معنی ہو جسے صرف راسخین فی العلم سمجھتے ہیں۔

تنزیل بھی ثلاثی مزید فیہ ہے جس کی اصل نزول ہے، کبھی تنزیل نازل شدہ چیز کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرآنٌ كَرِيمٌ ۵۶ : ۷۷

"بے شک یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے"۔

فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ : ۷۸

"جو کتاب (لوحِ) محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔"

لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُونَ: ۷۹

"اس کو بس وہی لوگ چھوتے ہیں جو پاک ہیں۔"

تَنزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِين: ۸۰

"سارے جہاں کے پروردگار کی طرف سے (محمدؐ پر) نازل ہوا ہے"۔

اس بیان کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ خدا کی طرف سے بطور وحی نازل ہونے والی ہر چیز قرآن ہی ہو۔ بنابر این ان روایات سے یہی استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کے قرآن میں جو زائد چیزیں تھیں وہ قرآنی آیات کی تفسیر کے طور پر نازل ہوئی تھیں یا ان میں ان آیات کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ یہ روایات ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ یہ زائد چیزیں قرآن کا حصہ تھیں۔

امیر المؤمنینؑ کے قرآن میں منافقین کے جو نام مذکور ہیں وہ بھی اسی (تنزیل و تاویل) کے ذیل میں آتے ہیں۔ کیونکہ ان منافقین کے نام یقیناً بطور تفسیر ذکر کئے گئے ہیں (اور وہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں) اس امر میں وہ قطعی دلائل بھی دلالت کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا کوئی بھی حصہ ضائع نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ منافقین کے ساتھ پیغمبر اسلامؐ کا جو برتاؤ تھا اس کا بھی یہ تقاضا نہیں کہ منافقین کے نام قرآن کی صورت میں نازل کئے جاتے کیونکہ آپؐ کا شیوہ یہ تھا کہ منافقین کو زیادہ سے زیادہ اپنے ساتھ شریک کرتے اور ان کی منافقت' جسے آپؐ بخوبی جانتے تھے' کو راز میں رکھتے تھے۔ یہ ایسی چیز ہے جو آپؐ کی سیرت اور حُسن اخلاق سے آگاہ آدمی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان حالات میں یہ کیسے ممکن ہے کہ ان منافقین کے ناموں کی قرآن میں تصریح کر دی جائے اور دن رات خود منافقین اور مسلمانوں کو یہ تاکید کی جائے کہ منافقین پر لعنت بھیجیں۔ کیا اس قسم کی روش کا احتمال بھی دیا جاسکتا ہے تاکہ اس صحت اور بطلان کے بارے میں سوچا جائے اور اس کے اثبات کے لئے ان روایات سے تمسک کیا جائے جن کے مطابق امیر المؤمنینؑ کے مصحف (قرآن) میں منافقین کے نام موجود ہیں ؟!

البتہ تمام منافقین کو ابو لہب، جو کہ برملا رسول اللہؐ سے دشمنی کا مظاہرہ کرتا تھا اور رسول اللہؐ بھی یہ جانتے تھے کہ یہ مشرک ہی مرے گا' پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (۷)۔ ہاں! بعید نہیں کہ رسول اسلامؐ نے امیر المؤمنینؑ اور اپنے دیگر اصحاب کے لئے بعض منافقین کی نشاندہی فرمائی ہو۔

گذشتہ مباحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگرچہ مصحفِ (قرآن) علیؑ میں کچھ زائد چیزیں موجود ہیں مگر یہ اس قرآن کا حصہ نہیں ہیں جس کی تبلیغ کا رسول اللہؐ کو حکم دیا گیا تھا اور ان زائد چیزوں کو قرآن کا حصہ قرار دینے کی کوئی دلیل ہی نہیں بلکہ یہ نظریہ بذاتِ خود باطل ہے اور اسکے بطلان پر وہ تمام قطعی دلائل موجود ہیں جن سے تحریفِ قرآن کی نفی ہوتی ہے۔

تیسرا شبہ

تحریف کی تیسری دلیل کے طور پر اہل بیت عصمتؑ کی ان متواتر روایات کو پیش کیا جاتا ہے جو تحریف پر دلالت کرتی ہیں۔

جواب

یہ روایات متنازعہ معنی میں تحریف واقع ہونے پر دلالت نہیں کرتیں۔

وضاحت :

بہت سی روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں، کیونکہ ان میں سے کچھ تو احمد بن محمد سیاری کی کتاب سے منقول ہیں جس کے فاسد ہونے پر تمام علمائے رجال کا اتفاق ہے، اس کے علاوہ یہ تناسخ کا بھی قائل تھا۔ کچھ روایات علی بن احمد کوفی سے منقول ہیں جو علمائے رجال کے نزدیک کذاب اور فاسد المذہب تھا۔

یہ روایات اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن چونکہ کثرت سے ہیں اس لئے اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ بعض روایات ضرور آئمہ اطہارؑ سے صادر ہوئی ہیں اور کم از کم اس کا ظن غالب ضرور حاصل ہو جاتا ہے۔

ان میں سے بعض روایات ایسی بھی ہیں جو معتبر طریقوں سے روایت کی گئی ہیں لہذا ہر روایت کی سند بارے بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

روایات تحریف

اس مقام پر یہ بحث ضروری ہے کہ ان روایات کا مفہوم ایک دوسرے سے مختلف ہے ان سے یکساں استفادہ نہیں ہوتا۔ لہذا ہم ذیل میں ان روایات کے مفاہیم اور خصوصیات بیان کرتے ہیں۔

روایات کئی قسم کی ہیں :

ا۔ پہلی قسم کی روایات وہ ہیں جن میں لفظ تحریف کا ذکر ہے اور اس طرح وہ تحریف پر دلالت کرتی ہیں، ایسی روایتیں بیس ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر یہاں کرتے ہیں اور ان جیسی دیگر روایات کا ذکر نہیں کرتے۔

پہلی روایت : علی بن ابراہیم قمی اپنی سند کے ذریعے ابوذر سے نقل کرتے ہیں :

" لما نزلت هذه الآية: يَومَ تَبيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسوَدُّ وُجُوهٌ۔ قال رسول الله(ص) ترد امتی علی یوم القیامة علی خمس رایات ۔ ثم ذکر ان رسول الله صلی الله علیه وآله یسأل الرایات عما فعلوا بالثقلین۔ فتقول الرایة الاولی:أما الاکبر فحرفناه ،ونبذناه وراء ظهورنا۔ وأما الاصغر فعادیناه،وأبغضناه،وظلمناه وتقول الرایة الثانیة: أماالاکبر فحرّفناه، مزقناه، و خلفناه، وأماالاصغرفعادیناه وقتلناه۔۔۔"

جب آیتِ کریمہ :"یوم تبیض وجود وتسود وجود" نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے فرمایا :روزِ قیامت میری امت پانچ جھنڈے اٹھائے میرے سامنے پیش ہو گی۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں رسول اللہؐ ہر گروہ سے پوچھیں گے : تم ثقلین کے ساتھ کیا سلوک کرتے رہے ؟ پہلا گروہ کہے گا : ہم نے ثقل اکبر (قرآن) میں تحریف کی اور اسے پس پشت ڈال دیا اور ثقل کبیر (عترتِ پیغمبرؐ) سے بغض وعداوت رکھی اور اس پر ظلم کیا۔ دوسرا گروہ کہے گا : ہم نے ثقل اکبر میں تحریف کی، اسے پھاڑا، ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اس کی مخالفت کی اور ثقلِ کبیر سے دشمنی روا رکھی اور اس سے جنگ لڑی"۔

دوسری روایت : ابن طاؤس اور سید محدث جزائری نے اپنی سندوں سے حسن بن حسن سامری سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں رسول اللہ(ص) نے حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والے کے بارے میں حضرت حذیفہؓ سے فرمایا :

"انه یضل الناس عن سبیل الله ، ویحرف کتابه و یغیر سنتی"

یہ لوگوں کو راہِ خدا سے منحرف، کتابِ خدا میں تحریف اور میری (ص) سنت کو تبدیل کرتا ہے۔

تیسری روایت : سعد بن عبداللہ قمی نے اپنی سند سے جابر جعفی اور اس نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا :

" دعا رسول الله(ص) بمنی۔ فقال: ایها الناس انی تارك فیکم الثقلین ــــ اما ان تمسکتم بهما لن تضلوا کتاب الله وعترتی ــــ والکعبةِ البیت الحرام ثم قال ابو جعفر ـ ع ـ : اما کتاب الله فحرفوا ، واما الکعبة فهدموا ، واما العترة فقتلوا ، وکل ودائع الله قد نبذوا ومنها قد تبراوا".

"رسول اللہ(ص) نے منیٰ میں دعا فرمائی اور پھر فرمایا : اے لوگو! میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب

تک تم ان سے متمسک رہو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔وہ دوگرانقدر چیزیں قرآن اور میری عترت(ع) ہیں اور دیکھو! کعبہ ،واجب الاحترام ہے۔ اس کے بعد امام (ع) نے فرمایا: لوگوں نے کتاب خدا میں تحریف کی، کعبہ کو گرایا، اور عترت پیغمبر(ص) کو شہید کر دیا. غرض انہوں نے خدا کی تمام امانتوں کو پس پشت ڈال دیا اور ان سے دور ہو گئے."

چوتھی روایت :

خصال میں صدوق نے اپنی سند سے جابر سے اور انہوں نے رسول اسلام (ص) سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"یجیی ، یوم القیسامة ثلاثة یشکون : المصحف ، والمسجد ، والعترة . یقول المصحف یا رب حرفونیی ومزقونی ویقول المسجد یا رب عطلونیی وضیّعونی ، وتقول العترة یا رب قتلونا ، وطردونا ، وشرّدونا ."

"تین چیزیں بارگاہ الٰہی میں شکایت کریں گی: قرآن، مسجد اور عترت پیغمبر(ص). قرآن کہے گا: پالنے والے! لوگو ں نے مجھ میں تحریف کی اور مجھے پھاڑ ڈالا. مسجد کہے گی: مجھے لوگوں نے بے آباد رکھا اور ضائع کر دیا اور عترت پیغمبر(ص) کہے گی: یارب! لوگوں نے ہمیں شہید کیا اور جلاوطن کیا."

پانچویں روایت :

علی بن سوید کہتے ہیں: میں نے امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) کو ایک خط لکھا جب آپ زندان میں تھے. علی بن سوید نے اپنے خط اور امام (ع) کے جواب کا مکمل ذکر کیا ہے، جس میں آپ (ع) نے فرمایا:

" کتبت الی أبی الحسن موسی _ ع_ وهو فی الحبس کتابا الی ان ذکر جوابه _ع_ بتمامه ، وفیه قوله _ع_ اؤتمنوا علی کتاب الله فحرّفوه وبدّلوه ".

"لوگوں میں کتاب الٰہی بطور امانت چھوڑی گئی مگر انہوں نے اس میں تحریف کی اور اسے تبدیل کر دیا."

چھٹی روایت :

ابن شہر آشوب، اپنی سند سے عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین (علیہ السلام) نے روز عاشورا اپنے خطبے میں فرمایا:

" انما انتم من طواغیت الامة ، وشذاذ الاحزاب ، ونبذة الکتاب ، ونفثة الشیطان ، وعصبة الآثام ، ومحرفی الکتاب "

"تم اس امت کے طاغوت، گھٹیا گروہ، قرآن کو پس پشت ڈالنے والے، شیطان کی اولاد، گناہ کے پتلے اور کتاب خدا میں تحریف کرنے والے لوگ ہو۔"

ساتویں روایت :

ابن قولویہ نے کتاب "کامل الزیارات" میں حسن بن عطیہ اور اس نے امام صادق (ع) سے روایت کی ہے کہ آپ (ع) نے فرمایا :

" اذا دخلت الحائر فقل: اللهم العن الذين كذبوا رسلك ، وهدموا كعبتك ، وحرفوا كتابك .... ".

"جب تم سید الشہداء (ع) کے حرم میں داخل ہو تو کہو : اے اللہ ان لوگوں پر تیری لعنت ہو جنہوں نے تیرے رسولوں کی تکذیب کی، تیرے کعبہ کو منہدم کیا اور تیری کتاب میں تحریف کی۔

آٹھویں روایت :

حجال نے قطبہ بن میمون سے اور اس نے عبد الاعلیٰ سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق (ع) نے فرمایا

" قال ابو عبدالله (ع) أصحاب العربية يحرفون كلام الله عزّ وجل عن مواضعه "

"عربیت پرست قرآن میں اس کی جگہوں میں تحریف کرتے ہیں."

روایات کا حقیقی مفہوم۔

اس مضمون کی روایات کا جواب یہ ہے اور آخری روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تحریف سے مراد قاریوں کا اختلاف اور قرائات کے سلسلے میں ان کا ذاتی اجتہاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت اور اصل قرآن تو محفوظ ہے صرف قرأت کی کیفیت میں اختلاف ہے اور تحریف کی بحث کے آغاز میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ اس معنی میں قرآن میں یقیناً تحریف ہوئی ہے چونکہ سات کی سات قرائات متواتر نہیں ہیں بلکہ اگر ساتوں قرائات متواتر بھی ہوں پھر بھی اس معنی میں قرآن میں تحریف ہوئی ہے اس لئے کہ قرائات زیادہ ہیں اور یہ سب کی سب ظنی اجتہادات پر مشتمل ہیں جن سے قہری طور پر قرائات کی کیفیت بدل جاتی ہے. پس معلوم ہوا کہ اس روایت کا مستدل کے مقصد و مدعا سے کوئی تعلق نہیں۔

جہاں تک باقی روایات کا تعلق ہے ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں تحریف سے مراد آیات قرآنی کو غلط معانی پر محمول کرنا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ اہل بیت (ع) کے فضائل کا انکار، ان سے دشمنی کرنا اور جنگ لڑنا ہے. اس بات کی شہادت اس سے ملتی ہے کہ سید الشہداء (ع) کے خطبے میں تحریف کی نسبت آپ (ع) کے مقابلے میں آنے والے بنی امیہ کی طرف دی گئی ہے۔

آغاز بحث میں مذکورہ روایت میں امام محمد باقر (علیہ السلام) نے فرمایا ہے:

"و كان منبذهم الكتاب أنهم أقاموا حروفه، و حرّفوا حدوده".

"ان لوگوں نے کتاب الٰہی کو اس طرح پس پشت ڈال دیا کہ اسکے حروف کو تو بر قرار رکھا مگر اس کی حدود میں تحریف کی"۔

ا. ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ قرآن میں اس معنی (الفاظ قرآن سے غلط اخذ کرنا) میں یقیناً تحریف واقع ہوئی ہے. یہ ہمارے محل نزاع سے خارج ہے کیونکہ اگر قرآن میں یہ تحریف واقع نہ ہوئی ہوتی تو عترت پیغمبر (ص) کے حقوق محفوظ رہتے، رسول اسلام (ص) کا احترام بر قرار رہتا اور آل رسول (ص) کے حقوق پامال کر کے رسول گرامی (ص) کو اذیت نہ دی جاتی۔

(ii)۔ دوسری قسم کی روایات وہ ہیں جنکے مطابق قرآنی آیات میں آئمہ ھدیٰ کے نام موجود تھے جو تحریف کے نتیجے میں نکال دیئے گئے اور یہ روایات کثرت سے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

الف۔ کافی کی روایت ہے جسے محمد بن فضیل نے ابو الحسن موسیٰ ابن جعفر (علیہما السلام) سے روایت کی ہے کہ آپ (ع) نے فرمایا:

"ولاية على بن أبى طالب مكتوب فى جميع صحف الانبياء ولن يبعث الله رسولاً إلا بنبوة محمد و "ولاية" وصيه، صلى الله عليهما و آلهما".

"امیر المؤمنین (ع) کی ولایت تمام انبیاء (ع) کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی بھی رسولؑ کو اس وقت تک نہیں بھیجا جب تک اسے خاتم الانبیاء (ص) کی نبوت اور آپ (ص) کے وصی (علی علیہ السلام) کی ولایت سے آگاہ نہیں کیا."

ب. عیاشی میں امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ آپ (ع) نے فرمایا:

"لو قراء القرآن _ كما انزل _ لأُ مسمَّين".

" اگر قرآن کی اسی طرح تلاوت کی جاتی جس طرح اسے نازل کیا گیا تھا تو لوگ ہمیں نام سے پہچانتے."

ج. کافی، تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر (ع) سے اور کنز الفوائد میں مختلف سندوں سے ابن عباس سے اور تفسیر فرات بن ابراھیم کوفی میں متعدد سندوں سے اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے:

" قالوا: قال أمير المؤمنين _ع_ القرآن نزل على اربعة ارباع، ربع فينا، وربع فى عدونا، ربع سنن و امثال، وربع فرائض و احكام، وانا كرائم القرآن".

"امیر المومنین (ع) نے فرمایا: قرآن چار حصوں میں نازل ہوا ہے. اس کا ایک چوتھائی ہماری شان میں، ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں، ایک چوتھائی سیرت اور مثالوں کے بارے میں ہے ایک چوتھائی

فرائض اور احکام کے بارے میں اور قرآن کی عزت و کرامت ہماری ذات سے مختص ہے."

د. کافی میں امام محمد باقر(ع) سے مروی ہے کہ آپ(ع) نے فرمایا:

"نزل جبرئیل بهذه الآية على محمد _ص _ هكذا: وَإِن كُنتُم فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا _ في علي _ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ".

"جبرئیل آنحضرت(ص) کی خدمت میں یہ آیت اس طرح لے کر آیا تھا: "علی(ع) کے بارے میں جو کچھ ہم نے آپ(ص) پر نازل کیا ہے اس میں اگر شک ہو تو اس کی مانند ایک سورہ پیش کر کے دکھاؤ."

جواب: بعض چیزیں تفسیر قرآن کے طور پر نازل ہوا کرتی تھیں جو کہ خود قرآن نہیں ہوتی تھیں. لہذا ان روایات سے بھی یہی مراد ہونی چاہیے کہ اگر قرآن میں آئمہ (ع) کے نام موجود تھے تو بطور تفسیر ہوں گے اور قرآن کا حصہ نہیں ہوں گے۔

اگر ان روایات سے یہ معنی اخذ نہ کئے جائیں تو سرے سے ان روایات کو رد کرنا پڑے گا کیونکہ یہ روایات کتاب و سنت اور ان قطعی دلیلوں کے خلاف ہیں جن سے عدم تحریف ثابت ہوتی ہے۔ روایات متواترہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ روایات کو قرآن و سنت کے مقابلے میں پیش کرنا ضروری ہے اور جو روایت کتاب خدا کے خلاف ہو اس کو ٹھکرا کر دیوار پر مار دینا واجب ہے۔

قرآن میں امیر المؤمنین(ع) کے نام کی تصریح نہ ہونے کی دلیلوں میں سے ایک دلیل حدیث غدیر ہے. کیونکہ حدیث غدیر میں اس بات کی تصریح ہے کہ رسول خدا(ص) نے خدا کی طرف سے حکم و تاکید اور اپنے(ص) تحفظ کی ضمانت لینے کے بعد امیر المؤمنین(ع) کو اپنا ولی نصب فرمایا۔

اگر قرآن میں امیر المؤمنین(ع) کا نام موجود ہوتا تو اس تقرری اور مسلمانوں کے اس عظیم اجتماع کے اہتمام کی ضرورت نہ ہوتی اور نہ رسول اللہ(ص) کو کسی قسم کا خطرہ محسوس ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ حدیث غدیر کی صحت سے ان روایات کا کذب ثابت ہوتا ہے جو کہتی ہیں کہ آئمہ (ع) کے اسماء قرآن مجید میں موجود ہیں۔ یہ نکتہ خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ حدیث غدیر حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اسلامؐ کی زندگی کے آخری ایام میں صادر ہوئی تھی جب سارا قرآن نازل ہو چکا اور مسلمانوں میں پھیل گیا تھا اور آخری روایت جو کافی میں نقل کی گئی ہے وہ بذات خود قابل تصدیق نہیں ہے۔

ان سب کے علاوہ جب پیغمبر اکرم(ص) کی نبوت کو ثابت اور قرآن کی مثل لانے کا چیلنج کیا جا رہا ہو تو

ایسے موقع پر علی (علیہ السلام) کا نام ذکر کرنا مقتضیٰ حال کے مطابق نہیں ہے اور ان تمام روایات کی معارض کافی کی صحیحہ ابی بصیر ہے. ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے امام (ع) سے آیہ:

أطيعُوا اللّه وَأَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولى الأمرِ مِنْكُم ۴: ۵۹ کی تفسیر پوچھی تو آپ (ع) نے فرمایا:

" قال: فقال نزلت في علي بن أبي طالب والحسن والحسين _ع_ فقلت له: ان الناس يقولون فما له لم يسمّ علياً واهل بيته في كتاب الله. قال _ع_: فقولوا لهم إن رسول الله _ص_ نزلت عليه الصلاة ولم يسمّ الله لهم ثلاثاً، ولا اربعاً، حتى كان رسول الله _ص_ هو الذي فسَّر لهم ذلك ..."(۸)

" یہ آیت کریمہ علی ابن ابی طالب، حسن و حسین (علیہم السلام) کی شان میں نازل ہوئی ہے. میں نے عرض کیا: مولا! لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے قرآن میں آپ (ع) اور آپ (ع) کے اہل بیت (ع) کے نام کیوں ذکر نہیں فرمائے؟ آپ نے فرمایا: تم ان لوگوں کو جواب میں کہو کہ خدا نے رسول اللہؐ پر نماز بھی نازل فرمائی ہے لیکن قرآن میں تین یا چار رکعتوں کا ذکر کسی بھی جگہ نہیں ہے بلکہ خود رسول اللہ (ص) اس کی تفسیر فرمایا کرتے تھے."

بنابر ایں یہ روایت ان تمام روایات پر مقدم ہوگی اور یہ ان روایات کا صحیح مطلب و مقصد بیان کر رہی ہے اور یہ ہے کہ قرآن میں علی (ع) کا نام بطور تفسیر و تنزیل بیان کیا گیا ہے.

یہ قرآن کا حصہ نہیں ہے، جس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو۔

اس کے علاوہ جنہوں نے حضرت ابو بکر کی بیعت سے انکار کیا تھا انہوں نے اپنے استدلال میں یہ کبھی نہیں کہا کہ حضرت علی (علیہ السلام) کا نام (بطور خلیفہ) قرآن میں موجود ہے. اگر آپ (ع) کا نام قرآن میں موجود ہوتا تو یہ ان لوگوں کے لئے ایک بہترین دلیل بنتی اور وہ اس کا ذکر ضرور کرتے۔

اس دلیل کو اس اعتبار سے بھی زیادہ تقویت حاصل ہوتی ہے کہ (مستدل کے زعم میں) جمع قرآن کا مسئلہ، مسئلہ خلافت کے تصفیہ کے کافی عرصہ بعد پیش آیا تھا. اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی کسی آیہ میں علی (علیہ السلام) کا نام موجود نہیں تھا جس کو حذف کر دیا گیا ہو.

(iii) تیسری قسم کی روایات وہ ہیں جن کے مطابق قرآن میں اضافہ اور کمی کی صورت میں تحریف واقع ہوئی ہے اور یہ کہ اُمّت نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد بعض کلماتِ قرآن کو تبدیل کر کے دوسرے کلمات کو رکھ دیا ہے. وہ روایات یہ ہیں۔

۱. علی بن ابراھیم قمی نے حریز کی سند سے حضرت ابی عبد اللہ امام صادق (علیہ السلام) سے سورہ حمد کی آیہ

کو یوں بیان فرمایا ہے :

صراط من انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم و غیر الضالین

ب. عیاشی نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے . ہشام فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو عبد اللہ امام صادق (ع) سے آیہ کریمہ :

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی آدمَ وَنُوْحًا وَآلَ اِبراهِیمَ وَآلَ عِمْرَانَ ۳ : ۳۳

کی تفسیر پوچھی تو آپ (ع) نے فرمایا :

آیہ کریمہ اصل میں " **آل ابراهیم و آل محمد علی العالمین** " تھی لوگوں نے ایک اسم کی جگہ دوسرے کو رکھ دیا ہے . یعنی لوگوں نے قرآن میں تبدیلی کی ہے اور آل محمد کی جگہ آل عمران رکھ دیا ہے۔

جواب

ان روایات کی سند ضعیف ہے اور اگر اس سے چشم پوشی بھی کی جائے تو یہ روایات قرآن ، سنت اور اجماع مسلمین کے خلاف ہیں جن کے مطابق قرآن میں ایک حرف کی بھی زیادتی نہیں ہوئی ہے ، حتیٰ کہ جو حضرات تحریف کے قائل ہیں وہ بھی اس معنی میں تحریف کے قائل نہیں ہیں۔

علماء کی ایک جماعت نے قرآن میں زیادتی واقع نہ ہونے پر اجماع کا دعویٰ فرمایا ہے ان میں شیخ مفید ، شیخ طوسی ، شیخ بہائی اور دیگر علمائے کرام شامل ہیں۔

اس سے قبل احتجاج طبرسی کی وہ روایت بھی بیان کی جاچکی ہے جس کے مطابق قرآن میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

(iv) چوتھی قسم کی روایات وہ ہیں جن کے مطابق قرآن میں تحریف ، کمی کی صورت میں واقع ہوئی ہے۔

جواب

ان روایات کو اس معنی پر محمول کیا جائے گا جس پر مصحف امیر المؤمنین (ع) میں موجود اضافات کو محمول کیا گیا ہے اور اگر کسی روایت کو اس معنی پر محمول نہ کیا جاسکے تو اسے ٹھکرا دیا جائے گا کیونکہ یہ قرآن و سنت کی مخالف سمجھی جائے گی۔ ہم نے اپنی بحثوں کے دوران اس قسم کی روایات کا ایک اور معنی بھی کیا ہے۔ شاید یہ معنی سب سے قریب ہو مگر اختصار کی خاطر اس معنی کے ذکر سے احتراز کیا ہے انشاء اللہ کسی اور جگہ اس کی طرف اشارہ کیا

جائے گا۔

اس قسم کی بعض بلکہ اکثر روایات کی تاویل کرنی چاہیے یا انہیں ٹھکرادینا چاہیے۔

ان علمائے کرام میں سے ایک محقق کلباسی ہیں. ان سے منقول ہے :

"وہ تمام روایات اجماع علماء کے خلاف ہیں جو قرآن میں تحریف پر دلالت کرتی ہیں."

آپ مزید فرماتے ہیں :

"اس قول کی کوئی دلیل نہیں کہ موجودہ قرآن میں کسی قسم کی کمی موجود ہے۔ اس لئے کہ اگر اس میں کسی قسم کی کمی واقع ہوئی ہوتی تو یہ مشہور ہو جاتی بلکہ بطور تواتر اس کو نقل کیا جاتا کیونکہ غیر معمولی اور اہم واقعات کا یہی تقاضا ہے کہ انہیں بطور تواتر نقل کیا جائے اور تحریف فی القرآن سے بڑھ کر اور کون سا واقعہ اہم ہو سکتا ہے."

"شارح وافیہ" محقق بغدادی نے اس بات کی تصریح کی ہے اور اسے محقق کرکی سے نقل فرمایا ہے جنہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے. محقق کرکی اس رسالہ میں فرماتے ہیں :

"جو روایات بھی قرآن میں کمی واقع ہونے پر دلالت کرتی ہیں یا تو ان کی تاویل کرنی چاہیے یا انہیں ٹھکرا دینا چاہیے، چونکہ جو حدیث بھی قرآن، سنت متواترہ اور اجماع کے خلاف ہو اور قابل تاویل نہ ہو اسے ٹھکرانا ضروری ہے"

مؤلف : محقق کرکی نے اپنے اس کلام میں اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کی طرف اس سے قبل ہم نے اشارہ کیا تھا. یعنی روایات متواترہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو روایت بھی قرآن کے خلاف ہو اس کو ٹھکرانا لازمی ہے ان متواتر روایات میں سے ایک روایت یہ ہے :

شیخ صدوق محمد بن علی بن الحسین صحیح سند سے امام جعفر (ع) سے روایت فرماتے ہیں :

" الوقوف عند الشبهة خير من الإقتحام فی الهلكة ، ان على كل حق حقيقة ، وعلى كل صواب نوراً ، فما وافق كتاب الله فخذوه ، وما خالف كتاب الله فدعوه ـ ... "(۹)

"شک و شبہ کے وقت توقف کرنا ہلاکت میں پڑنے سے بہتر ہے. ہر حق کے پیچھے ایک حقیقت ہوا کرتی ہے اور ہر حقیقت کے کچھ آثار ہوتے ہیں. جو بات بھی کتاب خدا کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کتاب خدا کے مخالف ہو اسے ترک کر دو."

شیخ جلیل سعید بن ھبۃ اللہ قطب راوندی صحیح سند سے امام جعفر صادق (ع) سے روایت فرماتے ہیں :

" اذا ورد علیکم حدیثان مختلفان فاعرضوهما علی کتاب الله ، فما وافق کتاب الله فخذوه ، وما خالف کتاب الله فردوه..." (۱۰).

"جب تم تک دو مختلف احادیث پہنچیں تو انہیں کتاب خدا کے ذریعے جانچو بایں معنی کہ ان میں سے جو بھی کتاب خدا کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کتاب خدا کے مطابق نہ ہو اسے ٹھکرا دو۔"

چوتھا شبہ

اس دلیل کا خلاصہ جمع قرآن کی کیفیت اور اس کیفیت سے تحریف کا لازم آنا ہے۔ آئندہ آنے والی بحث "جمع قرآن کے بارے میں نظریات" میں اس شبہ و دلیل کو باطل ثابت کیا جائے گا۔

حواشی

۱۔ بحار الانوار ج ۸، ص ۴

۲۔ صحیح ترمذی ج ۹، ص ۲۶

۳۔ مقدمہ تفسیر البرہان ص ۲۷

۴۔ تفسیر صافی ص ۱۱

۵۔ الوافی ج ۲ کتاب الحجۃ، باب ۷۶، ص ۱۳۰

۶۔ ایضاً

۷۔ یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر قرآن میں ابو لہب کا نام آسکتا ہے تو باقی منافقین کے نام کیوں نہیں آسکتے۔

۸۔ الوافی، ج ۲ باب ۳

۹۔ الوسائل، ج ۳ ص ۳۸۰

۱۰۔ ایضاً

☆ ☆ ☆